ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.1 2022

محمد حنیف رامے–اپنے عہد کی ہمہ جہت شخصیت

MUHAMMAD HANIF RAMAY –VERSATILE PERSONALITY OF HIS ERA

1. محمد اکرام الحق
2. ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
3. ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

ABSTRACT:
Muhammad Hanif Ramay is one of Pakistan's most famous writers, painters, politicians and intellectuals. He became famous not because of any one sphere of life but because of various aspects. As well as being a writer, artist, intellectual and politician, he was also called the inventor of calligraphy. He became associated with the department to which he belonged. He had such a personality that the source of his fame and success was not wealth or family influence but the fruit of his hard work. He worked hard, diligently and honestly all his life. Despite holding various positions in the government, he lived a very simple and pious life.
He was a versatile personality. His heart was full of love not only for the people of Punjab but also for the welfare of the people of Pakistan as a whole.
Magazine Sawira and Magazine Nusrat are a testament to this literary and political attachment. After studying the Qur'an al-Hakim, he made humanity his subject in Dab Akbar- Dab Akbar is truly a reflection of his personality. In the case of Punjab, the people of Punjab have been declared as a link to the message of stability and solidarity. He showed people new ways by experimenting in calligraphy, which is why he was called the inventor. Now his works of art, editorials, literary books are a rare part of our history. Which are still being used today? Muhammad Hanif Ramey Are these valuable assets as archives for us? So even today, their services need to be used in literary, journalistic and parliamentary terms.
Key Words: *famous writers, inventor of calligraphy, associated, diligently, pious life, literary, journalistic, parliamentary*

محمد حنیف رامے کا شمار پاکستان کے نامور مدیروں، ادیبوں، مصوروں، سیاست دانوں اور دانشوروں میں ہوتا ہے۔ وہ کسی ایک شعبہ ہائے زندگی کی وجہ سے نامور نہیں بلکہ مختلف جہتوں کی وجہ سے مشہور ہوئے تھے۔ وہ بہ طور ادیب، مصور، دانشور اور سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ مصورانہ خطاطی کے موجد بھی کہلائے۔ انہوں نے جس شعبہ سے تعلق جوڑا اسی شعبہ سے وابستہ ہوگئے۔ ان کی شہرت و کامیابی ان کی محنت کا ثمر ہے۔ انہوں نے پوری زندگی جانفشانی، لگن اور ایمانداری سے کام کیا۔ حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود انتہائی سادہ اور درویش منش زندگی گزاری۔

محمد حنیف رامے 15 مارچ 1930 کو چک 5 / 61 بڑا گھر تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخورہ میں غلام حسین چودھری کے گھر پیدا ہوئے۔ وہ سات بہن بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھے۔ ان کا بڑا بھائی زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ ان کے والد نے انہیں اعلی تعلیم دلوائی۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا بیٹا بہت ذہین، فطین ہے ایک دن آئے گا جب وہ ان کا نام روشن کرے گا اور اعلی مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گا۔ جس کو تاریخ نے سچ ثابت کر دکھایا۔

محمد حنیف رامے 10 سال کی عمر میں گاؤں سے لاہور تشریف لائے۔ انہوں نے تعلیمی سفر کا آغاز گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ، لاہور سے کیا۔ 1946 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف اے اور بی اے آنرز، جغرافیہ میں پاس کیا۔ وہ اتنے خوش نصیب تھے کہ انہیں گورنمنٹ کالج میں قابل اساتذہ کی بدولت عقل و دانش نصیب ہوئی۔ انہیں غالب احمد، انتظار حسین، مظفر علی سید اور احمد مشاق جیسے کالج میں ساتھی ملے، جن کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ جس سے ان کے ذہن کے نئے دریچے کھلے، چراغ روشن اور نت نئے ولولے اجاگر ہوئے۔

محمد حنیف رامے کو بچپن سے ہی مصوری، خطاطی کا شوق تھا، اس کی فن میں لگن کی وجہ سے ان کے بھائی انہیں عبد الرحمن چغتائی کے پاس لے گئے، انہوں نے یہ کہہ کر مصوری کی تعلیم دینے معذرت کرلی کہ ان کا ایک خاص سٹائل ہے جو ہمیشہ ان پر نقل کا الزام لگائے گا۔ اس کے بعد اسے استاد اللہ بخش کے پاس لے گیے جنہوں نے انہیں اپنی شاگردی میں لے لیا۔ اس طرح انہوں نے باقاعدہ مصوری کی تعلیم حاصل کی۔ فن مصوری بچپن سے لے کر آخری سانس تک جاری رہا۔

---

*پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور
**صدر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور
***ایسوسی ایٹ پروفیسر، لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

مصوری ان کا صرف مشغلہ ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک پروفیشنل آرٹسٹ تھے۔ فن مصوری کی ابتدا کے بارے میں ان کے بیٹے محمد ابراہیم لکھتے ہیں:

"محمد حنیف رامے کی مصوری کی ابتدا تو غالباً اُسی روز ہو گئی تھی جب انھوں نے اپنی زندگی کے پہلے لفظ زبان سے ادا کیے تھے۔ ایں دھپ، ایں چھاں، ادھر دھوپ ادھر چھاؤں اور مصوری روشنی اور سائے کے باہمی رشتے ہی کا نام ہے۔"(1)

انہوں نے مصوری سیکھنے کے بعد اپنی زندگی میں بے شمار اپنے فن کے جوہر دکھائے۔ ان کا فن مصوری مختلف رسائل و جرائد کے سرورق کے طور پر سامنے آیا۔ اور ایک کثیر تعداد میں پس پردہ رہا جو کسی نہ کسی نمائش میں نمودار ہوا، اس فن پر لوگوں سے داد بھی وصول کی۔ ملک بھر میں جو بھی مصوری کی نمائشیں مختلف سالوں اور مقامات پر منعقد ہوئیں ان میں رامے صاحب کی خطاطی کے فن پارے، مصوری کی پینٹنگز شامل رہیں۔

فن مصوری کی نمائش کے حوالے سے ان کے بیٹے محمد ابراہیم کہتے ہیں:

"پاکستان میں کوئی آرٹ گیلری ایسی نہیں جو اُن کی ساری تصاویر کو بیک وقت نمائش کر سکے۔"(2)

مختلف ادوار میں ہونے والی نمائش جس میں رامے صاحب کی تصاویر آویزاں کی گئیں ان کی مختصر تفصیل یوں ہے:

1953	لاہور
1956	کراچی
1962	لاہور
1963	کراچی
1963	راولپنڈی
1980	امریکہ(Exhibition San Diego)
1981	امریکہ(Exhibition San Francisco)
1985	الحمرا،لاہور
1992	نیرنگ گیلری،لاہور
1992	لاہور آرٹ گیلری
1992	اسلام آباد
1994	الحمرا،لاہور
1997	انڈس گیلری،لاہور

محمد حنیف رامے نے مصورانہ خطاطی میں مختلف تجربات کر کے اس فن کو پوری دنیا میں نئے انداز سے متعارف کروایا۔ انہوں نے فن مصوری کا نہ صرف آغاز کیا بلکہ اس فن کو عروج کے کمال تک پہنچایا۔ اس فن کے بارے میں بشر موجد لکھتے ہیں:

"خطاطی اور مصوری کا وہ امتزاج حسن کے بامعنی اور خوب صورت اظہار کے لیے خود زمین میں برسوں جتن کیے ہیں آج دنیائے فن میں طرح طرح کے رنگ دکھ رہا ہے۔"(3)

حنیف رامے کو مصوری سے اس قدر لگاؤ تھا کہ ہر مرتبہ رسالہ سویرا کا سرورق بنا دیتے تھے۔ اس بارے میں ریاض احمد لکھتے ہیں:

"سویرا" کے سرورق کے لیے کبھی انہیں یاد لانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی وہ خود ہی بروقت بنا کر بھجوا دیا کرتے تھے۔"(4)

رامے نے صرف رسائل و جرائد کے سرورق نہیں بنائے بلکہ "امراؤ جان ادا" اور "باغ و بہار" کی مصورانہ خطاطی پیش کی۔ انہوں نے اس آرائشی طرز کی مصوری کو اپنایا اور کلاسیکل اور تجریدی فن کے درمیان راہ تلاش کرتے ہوئے مصورانہ خطاطی کے موجد کہلائے۔ انہوں نے بنیادی طور پر خط نستعلیق کی تربیت حاصل کی اور جملہ عربی رسوم الخطوط، طغرا، ثلث اور نسخ میں تحقیق کی اور خطاطی کی کلاسیکل اقسام سے واقفیت ہونے کی بنا پر ان کے فن پاروں میں روایت کا بھرپور اظہار نظر آتا ہے۔

ان کے فن خطاطی کے حوالے سے خورشید عالم گوھر لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"چونکہ آپ مختلف اقسام خط کی حرکات قلم سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے آپ کی خطاطی میں روایتی خطاطی کا زیر و بم نظر آتا ہے۔ رنگ آمیزی میں آپ کا حسن انتخاب داد کے قابل ہے۔ آپ کو بجا طور پر مصورانہ خطاطی کا مجتہد کہا جا سکتا ہے۔"(5)

حنیف رامے کا خاندان لوہاری گیٹ، لاہور میں پرنٹنگ اور پبلی کیشنز کے شعبہ سے منسلک تھا۔ جس کے باعث ان کو ادبی شعور ملتا رہا اور ان کی نظر میں بہت سی کتابیں گزریں۔ ان کے پرنٹنگ پریس میں بڑے بڑے ادیبوں کی کتابیں چھپتی رہیں جن میں سعادت حسن منٹو، قرۃ العین حیدر، راجندر سنگھ بیدی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا بھائی نذیر احمد رسالہ "سویرا" نکالتے تھے جس کا سرورق محمد حنیف رامے قلیل اُجرت پر بنا دیتے تھے۔ ان کے والد بیٹے کے فن مصوری کی وجہ سے پریشان تھے اور ان کو کسی اعلیٰ عہدے میں فائز ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔

محمد حنیف رامے نے اپنے والد کے خواب کو سچ کر دکھانے کے لیے ان کی خواہش پر ملازمت اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور پہلی مرتبہ 1953 میں لارنس گھوڑا گلی، مری میں جغرافیہ کے استاد اور فٹ بال کے کوچ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ اس بارے میں ان کے بیٹے محمد ابراہیم رامے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

"جس روز حنیف رامے کو ملازمت کے لیے جانا تھا لاہور میں سیلاب آیا ہوا تھا حنیف رامے کے لیے یہ ملازمت سے بچنے کا ایک طریقہ تھا لیکن والد کے اصرار پر انہیں اسٹیشن پہنچایا گیا۔ لارنس کالج میں ملازمت پہ تھے کہ والد صاحب انتقال کر گئے۔"(6)

محمد حنیف رامے کو اطمینان قلب تھا کہ انہوں نے اپنے والد کی خواہش پوری کرتے ہوئے ملازمت اختیار کی۔ لیکن یہ ملازمت زیادہ دیر تک نہ چلی انہوں جلد ہی اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ بعد ازاں 1958ء میں مکتبہ جدید کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر فائز ہوگئے۔ انہوں نے یہ ملازمت بھی ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر چھوڑ دی۔

محمد حنیف رامے نے 1957 میں اپنی کلاس فیلو شاہین سے شادی کر لی۔ ان کی یہ شادی انتہائی کامیاب رہی۔ اس کے بطن سے دو بچے ایک بیٹا محمد ابراہیم رامے اور ایک بیٹی مریم رامے پیدا ہوئی۔ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی بیوی شاہین نے اس کی معاونت کی، اس کے ہر دکھ سکھ میں ساتھ دیا۔ اس نے کبھی بھی مشکل حالات میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑا بلکہ مالی، سیاسی، معاشرتی معاملات میں بہترین مشورے سے نوازتی تھیں۔

اس حوالے سے ان کے بیٹے محمد ابراہیم رامے رقم طراز ہیں:

"میری ماں ایک بہت حوصلے والی خاتون تھیں اور میرے والد کی صرف شریک حیات ہی نہیں ایک ایسا سہارا تھیں جس نے زندگی کے ہر مشکل موڑ پر ان کا بھرپور ساتھ دیا۔"(7)

ایک وقت ایسا آیا کہ محمد حنیف رامے کے مالی حالات بہت خراب ہو گئے تو ان کی بیوی نے ملازمت کرنا شروع کر دی، اس کی بیوی کو تنخواہ کے 325 روپے ملتے تھے جب کہ گھر کا کرایہ 350 روپے تھا۔ کھانے کے لیے پیسے نہ ہوتے تو نور والے ڈیرے پر جا کر کھانا کھا لیتے۔ محمد حیف رامے کی کامیابی راز سب اس کی بیوی کے صبر کی وجہ سے تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس کی بیوی نے محمد حنیف رامے کو وہ تاریخی الفاظ کہے جس کی بدولت وہ عملی سیاست میں آئے۔ اس بارے میں محمد ابراہیم رامے لکھتے ہیں:

"حنیف گُڑ گُڑ کر مرنے سے بہتر ہے لڑ کر مر جائیں۔"(8)

محمد حنیف رامے کی کامیابیوں میں اس کی بیوی شاہین رامے کا بہت ہاتھ تھا۔ لیکن یہ ساتھ زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔ اس کا جنوری 1989 میں انتقال ہو گیا۔ رامے صاحب کی بیوی شاہین نے انہیں بہت زیادہ پیار دیا تھا اس لیے ان کی یادیں ہر وقت ان کے سینے میں محفوظ ہوتی تھیں۔ بیوی کی وفات کے تین سال بعد انہوں نے دوسری شادی امریکی خاتون جوائس (اسلامی نام سکینہ) سے کر لی۔ یہ خاتون ان کے مرحوم دوست پرویز مراد کی بیوہ تھی۔ حد درجہ سلجھی ہوئی اور پڑھی لکھی خاتون تھی۔ شعبہ تدریس سے وابستہ تاریخ، بیالوجی اور سیاسیات پر گہری نظر رکھتی تھی۔ یہ شادی حنیف رامے نے اپنے بچوں محمد ابراہیم رامے اور مریم رامے کی خواہش پر کی تھی۔

محمد حنیف رامے کو ادب سے بے حد لگاؤ تھا۔ اس کی وجہ سے وہ مختلف کتابوں اور ادبی رسائل کا حصہ بنے رہے۔ انہوں نے رسالہ "سویرا" کی 1954 میں ادارت سنبھالی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کتاب سے رشتہ نہیں توڑا تھا بلکہ مزید مضبوط کیا، جس کی وسعت کا اندازہ ان کی تحریروں سے جھلکتا ہے۔ وہ رسالہ "سویرا" کی "بات چیت" میں لکھتے رہے، ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"خدا نے کہا وہ "روشنی مر جائے" روشنی مر گئی اور خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں قلم ہے۔ اسے توڑ دیں۔۔ دو، چار، ہزار، بے شمار ٹکڑے کر دیں۔ ان ٹکڑوں کو ریزہ ریزہ، اور ان ریزوں کو ذرہ ذرہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

کر دیں۔ یہ ذرہ جسے آپ مزید نہیں توڑ سکتے ایٹم کہلاتا ہے۔ ایک عرصے سے یہ سمجھا جارہا ہے کہ ایٹم مادے کی چھوٹی چھوٹی اکائی ہے لیکن نئے سائنسی انکشافات نے اس تصور میں ایک بہت اہم اضافہ کیا ہے۔ مادے کی یہ کمترین اکائی بھی ایک پورا نظام ہے۔ نکلیس اور الیکٹرونس اس نظام کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ اور یہ نظام ہیت کے اعتبار سے نظام شمسی کی ہی ایک صورت ہے"(9)

انہوں نے فنون لطیفہ کے حوالے سے ایک مضمون "ہم اور فن اور فطرت" اسلامیہ کالج لائل پور کی مجلس فنون لطیفہ کی رسم افتتاح کے موقع پر پڑھا تھا جو رسالہ "سویرا" میں شائع ہوا۔ اس مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

" پاکستان میں جہاں مادی ترقی پر زور دیا گیا ہے وہاں فنون کا چرچا بھی تقسیم سے پہلے کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ لوگوں نے جہاں کارخانوں پر اعتراض نہیں کیا وہاں مصوری کی نمائشیں دیکھنے بھی پہنچتے رہے ہیں، غیر ملکی ثقافتی وفدوں کا پرتپاک خیر مقدم بھی کیا ہے، موسیقی اور رقص کے خلاف مظاہرے بھی نہیں کئے، شہروں میں خواتین نے پردہ ترک کیا تو اس پر بھی کوئی ایسا ہنگامہ برپا نہیں ہوا"(10)

ان کی یہ نثری تحریریں پڑھ کر گمان ہوتا ہے کہ وہ ملکی و معاشی مسائل اور فنون لطفیہ کے بارے میں کس انداز سے سوچتے ہیں جو ان کی تحریروں میں وسعت پیدا کرتی ہیں۔ محمد حنیف رامے نے 1955 میں گورنمنٹ کالج لاہور کے رسالہ "راوی" کی ادارت سنبھالی اور اس رسالہ کا سرورق تبدیل کر کے اس میں نیا رنگ بھر دیا۔ سرورق تبدیل کرنے کے بارے میں محمد ابراہیم رامے کہتے ہیں:

" یہ سرورق پچاس سال کے بعد تبدیل ہوا جسے صوفی غلام مصطفی تبسم کی تائید پر قبول کر لیا گیا"(11)

محمد حنیف رامے کے زیر ادارت یہ پہلا ادبی رسالہ جون 1956 میں شائع ہوا۔ جس میں ان کا اداریہ چھپا، اس تحریر میں ان کے ادبی میلان کا پتہ چلتا ہے کہ انہیں فطرت سے کس قدر لگاؤ تھا۔ اس میں ان کا تمثیلی انداز ملاحظہ ہو:

" اوپر آسمان کی ان جانی وسعتوں میں، چاند کی ننھی منی کشتی تیر رہی ہے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے، اجلے اجلے رنگ کشتی کے گرد حلقہ باندھے چل رہے ہیں، رنگوں سے خوشبو پھوٹ رہی ہے، رنگ رنگ کی خوشبو نیچے راوی میں، بادلوں نے چھاؤنی بسائی ہے، دائیں بائیں اونچے اونچے پہاڑ اور پہاڑ کی تہہ میں بادلوں کا شہر، آسمان کے ساتھ ساتھ یہ شہر بھی چاندنی سے جگمگا رہا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں آباد چھوٹی چھوٹی بستیوں میں دیے ٹمٹا رہے ہیں"(12)

محمد حنیف رامے نے گورنمنٹ کالج لاہور میں اپنی زندگی کے آٹھ سال گزارے۔ اس میں ان کی یادیں بستی ہیں، وہ راوی میں اپنے چھپنے والے مضمون" گورنمنٹ کالج عالی شان" میں لکھتے ہیں:۔

" گورنمنٹ کالج کے اس رفیع الشان مینار کا کرشمہ یہ ہے کہ یہ اپنے سائے میں سے گزرنے والے طالب علموں اور سالکوں کو شکلاً بھی بدل دیتا ہے۔ عقلاً بھی بدل دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر طبعاً بھی بدل ڈالتا ہے۔ اقبال ہو یا عبدالسلام پاکستان کی کسی اور درس گاہ کی مٹی اتنی زرخیز نہیں کہ گورنمنٹ کالج، لاہور کی گرد کو بھی پہنچ پائے"(13)

محمد حنیف رامے نے 1958 میں اپنے چھوٹے بھائی محمد حفیظ چودھری، بھتیجا ریاض احمد چودھری اور دوست محمد سلیم الرحمن کے ساتھ مل کر ادبی رسالہ " نصرت" نکالا۔ "نصرت" ملک بھر مقبول ہو گیا۔ اس میں ادبی اور سیاسی اداریے لکھے۔ اس رسالے کا آغاز ادبی نوعیت سے ہوا تھا اور جب 1968 میں فیلڈ مارشل ایوب خان نے ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کیا تو محمد حنیف رامے نے اپنے ادبی رسالہ " نصرت" کو سیاسی رسالے میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح یہ رسالہ ادبی اور سیاسی بن گیا۔ جس کی وجہ سے محمد حنیف رامے ملک بھر کے دانشوروں، ادیبوں، اور فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں مشہور ہو گئے۔ ان کی شخصیت اچھے سنجیدہ ادیب کے طور پر نمایاں ہوئی۔ "نصرت" کی اشاعت پاکستان پیپلز پارٹی کے بننے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھنے کا مشورہ بھی محمد حنیف رامے نے دیا۔ جس کو ذوالفقار علی بھٹو مان لیا۔ اس طرح وہ سیاست میں نمودار ہوئے۔

ادبی رسالہ " نصرت" میں رامے صاحب نے ایک اداریہ آزادی رائے اور آزدی اظہار رائے پر لکھا۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ادبی رائے کے تعین اور اظہار میں دو عنصر پیش پیش ہیں، جہالت اور تعصب۔ ایک طبقہ جاہلوں کا ہے اور دوسرا متعصبوں کا۔ اس اداریے سے اقتباس ملاحظہ ہو:

" یہ مانا کہ ہر شخص کی رائے رکھنے کی آزادی ہے اور اس رائے کے اظہار کی بھی۔ جمہوریت جو ہوئی۔ اب اگر ادب میں بھی یہی جمہوریت چلائی جائے تو چند دن گہما گہمی تو خاصی ہو گی لیکن جب اتنے بہت سے لوگ بھانت بھانت کی چھانٹ رہے ہوں گے تو متوقع کچھ لوگ کان ہی بند کر لیں اور یہی کچھ اردو ادب کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے کیا ہے۔ اردو والوں نے رائے کو مذاق بنا رکھا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں ایسا ایسا جاہل اور متصب جمع ہے کہ اور کہیں کیا حال ہو گا۔ جو حال ہماری سیاسیات میں جمہوریت کا ہوا ہے وہ حال اب ادب میں ہوا ہے۔ لوگ جعلی ووٹوں کے زور پر بڑے ادیب بننے کی سعی میں رہتے ہیں اور دوٹر ہیں کہ جدھر سے حلوہ مانڈا ملے ووٹ اسے تھما دیتے ہیں"(14)

اسی ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

" یہ حلوہ مانڈا کیا ہے؟ بس آپ کسی کو نقاد مان لیں وہ آپ کو ادیب مان لے گا۔ پھر نقاد صاحب آپ کی اچھی خاصی دقیانوسیت کو دورِ حاضر کا عظیم ادبی تجربہ ثابت کر کے رکھ دیں گے۔ نقاد ماننے کا اعلان کرنے کے دو چار سیدھے سادھے ڈھنگ تو دریافت ہو ہی چکے ہیں۔ کتاب پر دیباچہ لکھوا لیجئے یا کتاب کے فولڈر کے لیے رائے طلب کر لیجئے تو پھر کیا ہے، دیباچہ یا رائے لکھتے ہوئے آپ کے بارے میں ذخیرہ الفاظ تو طے ہو جاتا ہے اور آئندہ ہر دوسرے تیسرے مضمون میں بآسانی اسے دہرایا جا سکتا ہے۔"(15)

اس رسالہ میں ملک کے سنگین ترین مسئلہ "مشرقی پاکستان کے مسئلہ "پر اداریہ لکھا گیا۔ اس سے اقتباس ملاحظہ ہو:

" زندگی کے کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اُن پر ہر وقت توجہ نہ دی جائے اور ان پر کھلے دماغ سے نہ سوچا جائے ان کے حل کی مناسب صورتوں کو لباس عمل نہ پہنایا جائے تو زندگی کا ڈھانچہ ہی بدل جاتا ہے۔ اس طرح کے مسائل میں آج سر فہرست مسئلہ کشمیر۔۔۔ مشرقی پاکستان کا مسئلہ۔"(16)

ان دنوں ملک میں مشرقی پاکستان کی وجہ سے کافی سیاسی گرما گرمی تھی رسالہ نصرت دن بدن حکومتی اداروں کے اعصاب پر سوار ہو چکا تھا۔ یہ ہر چھوٹی بڑی خبر روانی سے رپورٹ ہو رہی تھی۔ ملک کے صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان تھے، ان سے ملاقات کے لیے ذوالفقار علی بھٹو ان کے دفتر گئے ہوئے تھے۔ صدر پاکستان سے ملاقات کے دوران ان کے سامنے رسالہ "نصرت" کے حوالے سے ایک دلچسپ مکالمہ پیش ہوا۔ جس کو محمد حنیف رامے نے یوں رپورٹ کیا:

" جنرل یحییٰ خان، صدر پاکستان جھومتے جھامتے اپنے سرخ چہرے کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے اور آتے ہی روایتی سلام دعا کے بغیر انگریزی میں بولے " یہ نصرت کو سمجھاؤ" کیا مصیبت کھڑی کر رکھی ہے۔ (بھٹو صاحب کی بیگم کا نام بھی نصرت تھا) بھٹو صاحب یہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ یحیٰی خان نے پھر کہا میں " نصرت" کے ہاتھوں تنگ آ چکا ہوں۔ اسے سمجھاؤ ورنہ۔۔۔۔۔" بھٹو صاحب لال پیلے ہوگئے اور اُٹھ کر چل دیئے، وہاں پر موجود ملٹری سیکرٹری نے انھیں بتایا کہ صدر پاکستان، محمد حنیف رامے کے رسالے " نصرت" کی بات کر رہے ہیں۔ اس طویل ملاقات میں یحییٰ خان نے بھٹو کے اصرار کے باوجود نصرت کے علاوہ کسی اور موضوع پر گفتگو نہیں کی۔ بعد میں بھٹو نے خود فون کر کے حنیف رامے کو یہ واقعہ سنایا اور ان سے درخواستانہ لہجے میں کہا، یار حنیف! تم تو یحییٰ خان کے اعصاب پر اس قدر سوار ہو، اسے " نصرت" کے علاوہ کوئی اور بات ہی سوجھتی، ہاتھ کو نرم نہیں کیا جا سکتا"(17)

"نصرت" میں ہر طرح کے سیاسی، معاشی، معاشرتی، روحانی، اور فنی موضوعات شائع ہوتے رہے تھے۔ ان تحریروں میں ادبی رنگ، سیاسی رنگ نمایاں نظر آتا تھا جو قاری کی طبعیت اور مزاج کا عکاس ہوتا۔ رسالہ "سویرا" کے بعد رسالہ "نصرت" رامے صاحب کے خیالات کا نقیب بن کر سامنے آیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر محمد انور سدید لکھتے ہیں:

" حنیف رامے کے خیالات کا دوسرا نقیب ان کا رسالہ نصرت بھی تھا جس کی ہفتہ وار اشاعتوں میں ان کا روئے سخن عوام کی طرف تھا لیکن جب نصرت کی ماہانہ اشاعتوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو حنیف رامے نے تعلیم یافتہ طبقے میں علمی انقلاب برپا کرنے اور انہیں علوم نو سے متعارف کروانے کی سعی کی۔"(18)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

محمد حنیف رامے نے دسمبر 1958 سے جولائی 1962 کے دوران ادبی رسالہ "نصرت" میں بے شمار اداریے لکھے۔ انہوں نے ان اداریوں سے کچھ کا انتخاب کر کے اسے کتابی شکل میں چھاپ دیا۔ اس طرح ان کی پہلی ادبی کاوش کا آغاز ہوا۔ جو "باز آؤ اور زندہ رہو" کے نام سے یہ کتاب 1965 میں منظر عام پر آئی۔ یہ کتاب مکتبہ جدید لاہور نے شائع کی۔ اس کتاب کا انتساب انہوں نے اپنی بیوی سیدہ شاہین کے نام لکھا۔ اس کتاب کو دو حصوں "چاندنی کی سیج" اور ""دھوپ کا سائبان" میں منقسم کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "باز آؤ اور زندہ رہو "توریت مقدس کی آیات مقدسہ سے لیا گیا ہے۔ وہ آیات ملاحظہ ہوں:

"حکمت نے اپنا گھر بنا لیا
اُس نے اپنے ساتوں ستون تراش لیے
اُس نے اپنے جانوروں کو ذبح کر لیا اور اپنے لیے مے تیار کر لی
اُس نے اپنا دستر خوان بھی چن لیا
اب اس نے سہیلیوں کو بھیجا ہے
اور خود بھی شہر کی اونچی جگہوں سے پکارتی پھر رہی ہے
جو سادہ دل ہے ادھر آ جائے
جسے دانش چاہیے ادھر آ جائے
وہ کہتی ہے:
آؤ میری روٹی میں کھاؤ
اور میری ملائی ہوئی مے میں سے پیو
اے سادہ دلو! باز آؤ اور زندہ رہو۔"(19)

مصنف نے اس کتاب میں شامل مضامین کو ذاتی زندگی کا موضوع بنایا اور مختلف معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ جس میں قاری کے لیے کوئی قابل عمل نصیحت چھوڑی اور ان کی زندگی کی بہتری کے لیے راہ نکالی۔ اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

" ان کی خواہش افسانہ نگار بننے کی تھی جب کہ رجحان مصوری کی طرف زیادہ ہو گیا لیکن جب "سویرا" کی ادارت کا مرحلہ آیا تو اس خواب کی تکمیل ہوتی دکھائی دی اور لکھنے لکھانے کا شوق "نصرت" کے اداریوں سے کے ذریعے پورا ہوا۔"(20)

محمد حنیف رامے کو سینکڑوں کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اس نے قرآن عظیم کا مطالعہ ہی نہیں کیا، جس کو پڑھنے سے ایک مسلمان کا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ زندگی میں سکون میسر ہوتا ہے جس سے زندگی و آخرت وابستہ ہے۔ جب اس شدت نے انہیں ستایا تو وہ خود ساختہ کوئٹہ میں شریک حیات کے ہمراہ گوشہ نشین ہو گئے۔ اس وقت وہ عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش تھے اور قرآن مجید کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا سمجھتے تھے۔ کم و بیش تین سال گزارنے کے بعد کندن ہو نکلے۔ اس طرح 1969ء میں ان کی دوسری تصنیف "دُب اکبر" لاہور سے شائع ہوئی۔

اس کتاب میں گوشہ نشینی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

" میری آوارہ گردی کا ایک دور تھا جب میں لاہور سے کاروباری ناتے توڑ کر کوئٹہ میں گوشہ نشین ہو گیا تھا اور الکتاب کا مطالعہ میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔ 1961 سے 1963 تک کا عرصہ اس آب و ہوا میں گزرا۔"(21)

قرآن عظیم کا مطالعہ کرنے کے بعد مصنف اپنے خیالات کو قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" یہ خیال ابھی خواب کے مرحلے پر تھا کہ جمہوریت اور سوشلزم کو اسلام کی روشنی سے یکجا کیا جا سکتا ہے۔ ان دنوں یہ گمان تھا کہ کم از کم دس سال کا بھرپور وقفہ سوچنے اور پڑھنے لکھنے میں صرف ہو گا تب کہیں جا کر ایمان کے ساتھ عمل کی دوستی کی صبح قریب آئے گی۔ لیکن قرآن عظیم سے دو سال کی مختصر سی صحبت نے اس حقیقت کو الم نشرح کر دیا کہ انسان کی ذمہ داری انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے اور ایمان اور عمل زوجین کا رشتہ ہے۔ قرآن نے سجھایا کہ انسانی زندگی کا قالب ایسا ہونا چاہیے کہ عمل کی کسوٹی پر ایمان ہوتا جائے اور ایمان کے سر چشمے سے عمل کی کھیتی سیراب ہوتی رہے۔"(22)

اس کے کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.1 2022

"دب اکبر" دراصل ایک ذہنی اور روحانی سفر نامہ ہے جس کی دلچسپی کا محور کوئی جامد منزل نہیں بلکہ وہ اشتیاق انگیز اور لہودار مسافرت ہے جو ایک شخص نے "اپنے رب کو اپنا منتہی سمجھتے ہوئے" اختیار کی اور اس منتہی کے ایک ایک پڑاؤ کو رب العالمین کی جانب اشارہ کرنے والی علامات سمجھ کر باہم ایسے رشتے میں مربوط محسوس کیا جسے "دوستی" ہی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ زندگی کی مختلف راہوں میں دوستی کی یہی تلاش اور پہچان اس سفر نامے کا مرکزی نقطہ ہے۔"(23)

دب اکبر صحیح معنوں میں ان کی شخصیت کی عکاس ہے۔ انہوں نے اس کتاب سے قبل اور بعد میں جتنے بھی موضوعات پر قلم اٹھایا اس میں "انسانیت" پسندیدہ موضوع رہا اور ان کے مسائل کے حل کے لیے تگ و دو کی۔ کتاب میں مندرجہ ذیل موضوعات کو ترتیب دیا ہے:

1۔ دُبِ اکبر

2۔ ایمان۔۔ سرچشمہ عمل

3۔ اسلام کی امید

4۔ فن کی ولادت

5۔ فن کا سوتا

6۔ فن کار اور معاشرہ

7۔ سامری کا بچھڑا اور بندھے ہوئے ہاتھ

8۔ صف آرائی امن اور ہم

مصنف اس کتاب میں "دب اکبر" محبت اور امن کے ایسے گروہ کو کہتا ہے جو خیر کا مجسمہ اور محبت اور دوستی کا یہ رشتہ شر کے گھٹاٹوپ اندھیرے کو منور کر دیا ہے۔ انسانوں کو خیر اور شر کی بناء پر اہل کہا گیا۔ دوستی ایسا رشتہ ہے جو دلوں کو ملاتی ہے جس سے ایک گروہ تشکیل پاتا ہے جو ظلمات کے اندھیرے کو ختم کر دیتا ہے۔

1985 میں رامے کی تیسری تصنیف پنجاب کا مقدمہ منظر عام پر آئی۔ جس کو جنگ پبلشرز نے شائع کیا۔ اس کا انتساب پانچ کروڑ بے زبان پنجابی عوام کے نام۔ انتساب ملاحظہ ہو:

"اس معذرت کے ساتھ کہ میں نے یہ کتاب پنجابی میں نہیں دیکھی۔ مگر شاید "پنجاب کا مقدمہ" مجھے اُردو میں اس لیے پیش کرنا پڑا کہ پڑھے لکھے پنجابیوں نے پنجابی کو چھوڑ دیا ہے۔"(24)

یہ کتاب اصل میں پنجاب کے لوگوں کو استحکام اور یکجہتی کے پیغام کی کڑی ہے۔ پنجاب کا ہر قدم پاکستان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کتاب میں تاریخی منظر اور پس منظر پیش کیا گیا۔ یہ منفرد نوعیت کی کتاب بہت عرصہ تک عوام کی داد و تحسین کا مرکز رہی اور حلقہ دردمندوں میں تحسین کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی۔ مصنف نے اہل پنجاب کی بیداری کے لیے دس ابواب لکھے۔ اس کی ترتیب ملاحظہ ہو:

1۔ میرا پنجاب

2۔ پنجاب اور پاکستان

3۔ تاریخ کا تشدد

4۔ قیادت کا فقدان

5۔ وفاقیت کے تقاضے

6۔ ون یونٹ اور مشرقی پاکستان

7۔ پنجاب کی ذمہ داری

8۔ پانچ جواں مرد پنجابی

9۔ صوبائی خود مختاری

10۔ پانی کا مسئلہ

مصنف اس کتاب میں دھرتی پنجاب کو ماں اور پاکستان کو باپ کا درجہ قرار دیتے ہیں۔ اہل پنجاب نے اپنی ماں دھرتی سے اپنی پہچان ختم کر کے اپنے باپ یعنی پاکستان سے رشتہ جوڑ لیا تو اس طرح ان کی پرورش میں خلا رہ گیا۔ مصنف کا کہنے کا مقصد ہے کہ جب اہل پنجاب نے اپنی پہچان چھوڑ کر سرابوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

۔ اپنی زبان ترک کر دی۔ اس طرح محنت کش کے دیس، عظیم شاعروں، ادیبوں، دانشوروں، خوش نویسوں اور کھیتوں کھلیانوں، ہٹیوں اور بیٹیوں کے پنجاب سے لاتعلق ہو گئے۔ اس گاتے پنجاب، زندہ دل پنجاب، درد مند پنجاب کو اور خدا شناس پنجاب بھول گئے۔ اہل پنجاب نے اپنی پہچان ختم کر کے اپنے تشخص کو پاکستان کے تشخص میں گم کر کے پاکستان سے زیادتی کی ہے۔ مصنف اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> "اہل پنجاب نے پاکستان کے ساتھ اپنی وابستگی کو فنا کی حد تک پہنچا کر اپنے باپ کا تو فخریہ اقرار کیا مگر پنجاب سے انکار کر کے وہ اپنی ماں کے وجود سے یکسر منکر ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی شخصیت میں کجی آ گئی اور وہ لڑکھڑانے اور لنگڑانے لگے۔"(25)

مصنف نے اس کتاب میں مزید یہ کہا کہ پنجاب نے تو دوسرے صوبوں کی حفاظت کی جب کہ دوسرے صوبوں نے یہ ذمہ داری قبول نہ کی۔ انھوں نے پاکستان کو یعنی دوسرے صوبوں کو باپ کا روپ تو دیا لیکن اپنی پہچان نہیں بھولے۔ ماں سے اپنا تعلق جوڑے رہے۔ اپنی علاقائی زبان ثقافت، رہن سہن اور رسم رواج کو بھی اہمیت دیتے رہے اور پنجاب کے اس مشفقانہ رویے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جس سے تضادات نے جنم لیا اور صوبائی اور مرکزی اختیارات کی تقسیم کا مسئلہ پیدا ہوا اور فاصلے کم ہونے کی بجائے بڑھنے لگے۔

محمد حنیف رامے نے 1983 میں اُردو ناول "دوسرا آدم" لکھا۔ لیکن ملک میں جنرل ضیاالحق کی حکومت تھی، مصنف نے ملک میں نازک حالات کی وجہ سے اس ناول کی مقبولیت کی کمی کے سبب شائع کروانے کا مناسب وقت نہ سمجھا۔ انہوں نے اس اُردو ناول میں کچھ ترامیم کر کے انگریزی ترجمہ کر کے Again کے نام سے 1997 میں امریکہ سے شائع کروایا۔ اس ناول میں انسانیت پر موضوعات شامل کیے گئے۔ جس میں انسانوں کو محبت اور دوستی کا پیغام دیا گیا ہے۔

محمد حنیف رامے کی آخری تصنیف 2005 میں اسلام کی روحانی قدریں (موت نہیں زندگی) سنگ میل، لاہور سے شایع ہوئی۔ اس کتاب کو پانچ حصوں اور 26 ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی اور تاریخی کتاب ہے۔ اس میں مسلمانوں کو روحانی طور پر بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے ذریعے مسلمانوں کے عقیدوں کو روحانی جواں مردی کا سہارا دینا چاہتے تھے۔ مسلمان روحانی بیداری کے بل بوتے پر ایمان، محبت، خیر، صداقت اور امن کی روحانی قدروں کے امین ہیں۔ وہ انھیں قدروں کی بدولت مغرب کی بدی کو اپنی نیکی سے شکست دے سکتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے آج کا مسلمان علم اور روح سے یکسر محروم ہے۔ مصنف اس کتاب کے بارے میں پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> "یہ کتاب مسلمانوں کو اس حیات افروز اسلام سے متعارف کرانے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے جو موت نہیں، زندگی ہے، مایوسی نہیں، اُمید ہے، تباہی نہیں، تعمیر ہے۔ ناکامی نہیں، کامیابی ہے، خالی جواں مروی نہیں، روحانی جواں مردی ہے۔ ذلت آمیز شکست نہیں، فتح مبین ہے۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ دورِ حاضر کے مضطرب پریشاں حال لیکن درد مند مسلمانوں پر کچھ بھولی اور بھلائی ہوئی سچائیاں بے نقاب ہو جائیں۔ یہ سچائیاں ایک تو انھیں اپنا اسلامی تشخص قائم رکھتے ہوئے آج کی دُنیا میں امن اور سلامتی بخش سکتی ہیں۔ دوسرے یہ انھیں اس قابل بنا سکتی ہیں کہ وہ انسان کو درپیش دیرینہ اور پیچیدہ مسائل کو اسلام کی روحانی قدروں، ایمان، محبت، خیر، صداقت اور امن کی روشنی میں حل کر کے پوری انسانیت کے لیے روشن مثال بن جائیں دنیا میں رسم چلی ہے کہ مسلمان سر اٹھا کر نہ چلیں ان قدروں پر صدق دل سے عمل انھیں اقوام عالم میں سربلند کر سکتا ہے۔"(26)

محمد حنیف رامے کا شعری مجموعہ "دن کے پھول" ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد ابراہیم نے 2007 میں سنگ میل سے شایع کروایا۔ یہ شعری مجموعہ 51 نظموں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے حوالے سے ان بیٹے محمد ابراہیم رامے لکھتے ہیں:

> " بابا" شاعری "ایک صنف تھی جسے آپ نے اب تک ہاتھ نہیں لگایا تھا، اسی لیے میں نے اس میں طبع آزمائی کی اب جب آپ کی شاعری منظر عام پر آئے گی تو لازماً میرے بارے میں دنیا یہی کہے گی کہ ضرور رامے صاحب ہی نے اپنے بیٹے کو یہ نظمیں لکھ کر دی ہوں گی۔ بابا نے یہ بات ایک دوست کی طرح سنی لیکن ان کے چہرے پر ایک شفیق باپ کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بیاض کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور مجھے کسی اور بات میں اُلجھا لیا۔ اگلی صبح جب ان کی خواب گاہ میں گیا تو غسل خانے میں تیار ہو رہے تھے۔ میری نظر ردی کی ٹوکری پر پڑی تو میرے دل کو ایک دھچکا لگا۔ ٹوکری میں ان کی بیاض ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑی تھی۔ میں نے جلدی سے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

ملازم کو بلایا اور اسے تلقین کی کہ جب میں اور بابا دفتر کے لیے نکل جائیں تو ان کاغذوں کو ایک لفافے میں ڈال کر محفوظ کر لے۔"(27)

محمد حنیف رامے نے اپنی بیاض میں اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے نظم لکھی۔ اس نظم کو والسلام کے عنوان سے "دن کے پھول" میں شائع کیا گیا۔ وہ تحریر ملاحظہ ہو:

"پیارے بیٹے ابراہیم!
تمھیں شکایت ہے کہ ایک عرصے سے میں نے کچھ لکھا لکھایا نہیں
اقبال نے کہا تھا۔۔۔
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں
پھر فیض نے کہا تھا۔۔
بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
بہت اکسایا ہوں اپنے آپ کو
لیکن زبان کی گرہ کھلتی ہی نہیں
اور دل کا شعلہ لب معجز بیاں پر آتا ہی نہیں
غالب نے کہا تھا۔۔
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
اور اس سے پہلے میر درد نے بہت درد سے بتا تھا۔۔
سمجھتے تھے نہ مگر سنتے تھے ترانہ، درد، سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سنائی گیا
والسلام۔"(28)

محمد حنیف رامے ویسے تو مدیر، ادیب، مصور، دانش وار اور سیاست دان کے طور ان حلقوں میں سر گرم رہے۔ لیکن سیاست میں ان کا حوالہ انتہائی معتبر رہا ہے۔ عام پاکستانی بھی انہیں زیادہ سیاسی حوالے سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ انہوں نے سیاست میں آکر ایک محب وطن اور اصول پسند سیاست دان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ علمی طور پر سیاست میں 1970 میں آئے۔ 2 مئی 1972 کو بہ طور ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب کا حلف اٹھایا اور آپ کو وزیر خزانہ کا قلم دان سونپ دیا گیا۔

15 مارچ 1974 کو ایوان میں وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اس موقع پر اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"جناب والا! میں اپنی تقریر کی ابتدا سورۃ فاتحہ سے کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ یہ مقام جہاں سے آج میں خطاب کر رہا ہوں وہ تاریخی مقام ہے جہاں میرے قائد کی صدارت میں عالم اسلام کے سربراہوں کا اجتماع ہوا۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ امنگوں کی تکمیل میں عمل میں آیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہم نے عالم اسلام کے اتحاد کے لیے دعا دی۔ اگر خود اس ایوان میں اتحاد کی فضا نہ ہو۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری دعا ہے میری کوشش ہے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اس ایوان کی لاج رکھیں۔ جہاں ہم نے تمام عالم اسلام کو دعوت دی اور ہم سب ایک رہے۔۔"(29)

"میرا دھیان پنجاب کی تاریخ کی طرف بھی جاتا ہے۔ یہاں بھی اور اس ایوان میں بھی جمہوریت کے نام پر بھی طرح طرح کی سازشیں ہوتی رہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ ہم نے دیکھا ہے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ عوام جو کہ ساری طاقت کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ بے کس اور مظلوم ہو کر رہ گئے۔ لیکن آفرین ہے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو جنھوں نے اس جبر واستبداد کے دور میں پھر عوام کو ایک نطق گویا عطا کیا۔ اور غریبوں مسکینوں، مزارعوں کسانوں، طالبعلموں اور مزدوروں کو ان کو دوبارہ وہ چھٹی ہوئی زبان عطا کی ان کی زبان ان کو دوبارہ واپس مل گئی۔۔"(30)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

انہوں نے اپنے خطاب میں اسمبلی کی تاریخی حیثیت، عالم اسلام اور اہل پنجاب کی بات کی۔ انہوں عوام کو طاقت سر چشمہ قرار دیتے ہوئے کہا ان مظلوم عوام کو دبا رکھا گیا۔ ان کو حق بات بولنے کی اجازت نہ تھی۔ ملک میں ڈکیٹر شپ کی وجہ سے نہ صرف عام آدمی متاثر تھا بلکہ ملک میں صحافت پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ ان کی وزات اعلیٰ کا یہ منصب 15 مارچ 1974 تا 15 جولائی 1975 رہا۔ ملاحظہ ہو:

"Chief Minster: Muhammad Hanif Ramay (Lahore-VI)
15 March 1974 to 15 July 1975"(31)

محمد حنیف رامے نے وزرات اعلیٰ کے عہدے سے علیحدگی کے بعد پیپلز پارٹی چھوڑ دی۔ اور پاکستان مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ اور پاکستان مسلم لیگ کی ٹکٹ پر 1975 میں سینٹ آف پاکستان کی نشست پر بہ طور سینٹر منتخب ہوئے۔ انہوں 6 اگست 1975 کو بہ طور سینٹر حلف اٹھایا۔ وہ 1975 سے 1977 تک سینٹر رہے۔ جب 5 جولائی 1977 میں ملک میں مارشل لاء لگا تو رامے صاحب امریکہ چلے گیے۔

1980 میں امریکہ یونیورسٹی آف کیلیورنیا میں بہ طور ریسرچ ایسوسی ایٹ مقرر ہو گئے۔ وہاں تین شعبوں انٹر نیشنل اسٹڈیز، ساؤتھ ایشن اسٹڈیز اور مڈل ویسٹرن اسٹڈیز کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ ان ذمہ داریوں کا دورانیہ تین سال تک محیط رہا۔

1993ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے تو پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر حلقہ پی پی۔ 118 لاہور سے الیکشن میں حصہ لیا۔ بھاری اکثریت میں کامیابی نصیب ہوئی۔ 18 اکتوبر 1993 کو بہ طور رکن پنجاب اسمبلی حلف اٹھایا۔ اس مرتبہ مسلم لیگ (جونیجو) اور پیپلز پارٹی کی کولیشن حکومت وجود میں آئی محمد حنیف رامے کو سپیکر پنجاب اسمبلی کا عہدہ تفویض کر دیا۔ انہوں نے 19 اکتوبر 1993 کو بہ طور سپیکر پنجاب اسمبلی حلف اٹھایا۔ انہوں نے اظہار تشکر کے لیے اسمبلی میں خطاب کیا۔ خطاب شروع کرنے سے قبل سورۃ النصر کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے کہا۔ ملاحظہ ہو:

" جیسا کہ میں نے کلام پاک کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ سب سے پہلے شکریہ میر اور آپ کا سب کا اللہ تعالیٰ کو واجب ہے جس نے ہم سب کو یہ شرف بخشا کہ ہم پنجاب جیسے بڑے عظیم صوبے کے عوام کی طرف سے منتخب ہو کر ایوان میں جمع ہوئے ہیں۔ یہ اسمبلی، اس کے در و دیوار ایک لمبی تاریخ یاد لاتے ہیں۔ یہ تاریخ عوام کی امنگوں سے لدی ہوئی ہے۔ یہ اسمبلی ہنستے مسکراتے خوبصورت چہروں پر مشتمل ہے۔ ہم سب اپنی کامیابیوں پر بڑی حد تک خوش ہیں۔ اللہ تعالی کے حضور میں اس کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔(32)

ایوان میں قائد اعظم کی قد آور پورٹریٹ آویزاں ہے اس کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

" معزز اراکین اسمبلی! میرے سامنے آپ دوست بیٹھے ہیں۔ میرے سامنے ایک اور ہستی بیٹھی ہے جس کا نام قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ وہ عوام جو ہمیں یہاں بھیجتے ہیں اور جنھیں اکثر نظر انداز کر دیا جاتا رہا ہے۔ یہ ہستی ان عوام کی طرف سے ہمارے لیے اس ایوان میں جواب دہ رہی ہے اور جواب دہ رہے گی۔ میں اس ہستی کے سامنے یہاں بیٹھا ہوا محسوس کروں گا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جواب دہ ہوں۔ اس کی مخلوق اس صوبے کے عوام کے سامنے بھی جواب دہ ہوں۔ آپ کے سامنے بھی جواب دہ ہوں اور اس ہستی محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بھی جواب دہ ہوں جس نے ہماری قیادت کو بنایا۔۔(33)

صوبہ پنجاب میں غربت و افلاس کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا:

" اس صوبے کو پاکستان میں سب سے بڑا صوبہ اور خوش حال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں پنجاب کے پرانے دیرینہ ترجمان اور وکیل کے طور پر "پنجاب کا مقدمہ "پیش کرنے والے انسان کے طور پر کہ اس لاہور کی چمچماتی سڑکوں سے باہر کتنی غربت اور کتنا افلاس ہے۔ ہم سب ان شاء اللہ تعالی آپ کے مشوروں سے آپ کی کوششوں سے اس بارے میں کامیاب ہوں گے جو منصب ہمیں عطا کیا گیا ہے وہ خدا کی طرف سے اور عوام کی طرف سے ہے، ہم اس پر پورا اتریں گے۔(34)

محمد حنیف رامے نے "پنجاب کا مقدمہ " پیش کرتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود کے بہت سے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انہوں نے ہمیشہ صوبہ میں بڑھتی ہوئی غربت اور افلاس کو کم کرنے لیے ایسے فلاحی پروگرام ترتیب دیے جس سے عوام کے مسائل حل ہو سکیں۔ وہ صوبہ کی عوام کے بہترین وکیل ثابت ہوئے، انہوں نے اپنی زندگی عوام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ سپیکر کے عہدے پر 17 نومبر 1996 تک فائز رہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

محمد حنیف رامے ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اپنی زندگی میں مدیر، ادیب، مصور، دانش ور، پروفیسر، وزیر خزانہ، وزیر اعلی، سینٹر اور سپیکر کے عہدوں پر براجمان رہے۔ وہ ہمیشہ عوام کی بھلائی کے لیے کام کرتے تھے۔ وہ اعلی ظرف کے مالک تھے انہوں نے کبھی بھی اپنی ذاتی زندگی، ذاتی خواہش کی تکمیل نہ کی۔ وزارت اعلیٰ کے منصب پر رہتے ہوئے غریب عوام کو گھر الاٹ کیے۔ کئی فلاحی پراجیکٹ بنائے سکول کالجز ہسپتال بنوائے لیکن کبھی بھی اپنے ذاتی گھر کے بارے نہ سوچا اور نہ بنایا۔

اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل نظر آئے جو عوام کی بھلائی کے لیے بہتر تھا وہ کر گزرتے، جو چاہا وہ کر دیا ان کے اداروں کو متزلزل کرنے کے لیے انہیں شاہی قلعے میں پابند سلاسل بھی کیا گیا۔ انھوں نے 16 ماہ جیل کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن چٹان کی طرح مضبوط ارادے کے مالک ثابت ہوئے۔ انہوں نے خودی کو بھی کبھی نہ چھوڑا ایک محب وطن سیاست دان ثابت ہوئے۔

حنیف رامے کی گرفتاری اور پابند سلاسل کے حوالے سے ڈاکٹر محمد ارشد اویسی لکھتے ہیں:

> ” بھٹو مرحوم سے اختلافات کی بنا پر رامے صاحب اور اُن کے ساتھیوں کی گرفتاریاں عمل آئیں پہلے شاہی قلعے کی صعوبتیں، پھر جیل کی لمبی جیل۔۔۔ عام خیال تھا کہ شہری بابو معافی مانگ لے گا لیکن رامے صاحب ڈٹ گئے۔ شاہی قلعے میں جسمانی تشدد اور جیل میں سخت گرمی کے باوجود بجلی بند رکھی گئی۔ عزیز و اقارب اور دوست واحباب پر سختیاں ہوئیں۔ سگے بھائی کو پکڑ کر بند کر دیا گیا لیکن شہری بابو پر جتنی سختی بڑھتی گئی اُس کے اندر کا انقلابی مسلمان او مضبوط ہوتا گیا۔(35)

قانون خداوندی ہے کہ ہر ذی روح کو موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ محمد حنیف رامے زندگی کے آخری ایام میں شدید علیل ہوئے اور عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے۔ موت سے ایک ماہ قبل اس مرض میں لاحق ہوئے، انہیں ہسپتال داخل کروایا گیا۔ نمونیا اور دل کے دورے کے باعث ہسپتال میں ایک ماہ تک رہے۔ جہاں مصنوعی تنفس دیا جاتا رہا۔ بیماری کی طویل جنگ لڑنے کے بعد زندگی کی بازی ہار گئے۔

یکم جنوری 2006 کو محمد حنیف رامے نے اس عالم آب وگل کو خیر باد کہہ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا اور یوں عہد تمام ہوا۔ پاکستان کی اس ہمہ جہت اور نامور شخصیت کے انتقال پر ملک کی نامور شخصیات، اہل بنیش، اہل دانش نے اظہار افسوس کیا، ان کے کارناموں کو سراہا اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ ان کی وفات پر ملک کی اعلیٰ سیاسی شخصیات نے تعزیتی پیغامات کے ذریعے جن خیالات کا اظہار کیا وہ ملاحظہ ہو:

سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا:

> ” حنیف رامے پارٹی کا ایک فکری اثاثہ تھے۔ اُن کی خدمات مدتوں یاد رکھی جائیں گی۔ اُن کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا پُر نہیں ہو سکتا۔“(36)

سابق گورنر خالد مقبول نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا:

> ” اُن کی وفات کو علمی اور ثقافتی حلقوں کے لیے بڑا نقصان قرار دیا اور دُعا کی ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔“(37)

سابق وزیر اعظم پاکستان چودھری شجاعت نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا:

> ” قوم ایک درویش منش سیاست دان، محقق اور دانش ور سے محروم ہو گئی ہے۔ اعتدال پسندی اور شائستگی مرحوم کی شخصیت کا بنیادی حصہ تھی۔“(38)

سابق گورنر میاں اظہر نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا:

> ” اہم حکومتی عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود حنیف رامے کا دامن ہر طرح کی معاشرتی آلودگی اور بدعنوانیوں سے پاک تھا۔ وہ سیاست میں متوسط طبقے کی توانا آواز تھے“(39)

سابق وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا:

> ” کہ حنیف رامے کی وفات سے مجھے دلی صدمہ ہوا پاکستان ایک با اصول سیاست دان، منفرد ادیب اور صاحب اسلوب مصور سے محروم ہو گیا۔ حنیف رامے ہمارے عہد کی ایک اہم تخلیقی شخصیت تھے۔“(40)

سکینہ جوائس نے اپنے خاوند کی وفات پر ان تاثرات کا اظہار کیا:

" حنیف رامے کے ساتھ گزارے 14 برس ان کی زندگی کا خوب صورت ترین دور تھا۔ وہ محبت اور ذہانت کا ایک حسین امتزاج تھے۔ اُن کی رفاقت میں گزارے پل ایک خوبصورت خواب لگتے ہیں۔ حنیف رامے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے وہ بہت ذہین انسان تھے۔ پاکستان بڑا خوش قسمت ملک ہے کہ جس کے پاس حنیف رامے جیسا انسان تھا۔ اب اُن کی وفات پاکستان کے لیے نقصان ہے۔"(41)

محمد حنیف رامے ایک ہمہ جہت، ہمہ صفت شخصیت کے مالک تھے۔ اس کا دل نہ صرف اہل پنجاب کے لیے بلکہ پورے پاکستان کی عوام کی بھلائی کے لیے دھڑکتا تھا۔ رسالہ "سویرا" اور رسالہ "نصرت" اس ادبی اور سیاسی لگاؤ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس نے قرآن حکیم مطالعہ کرنے بعد "دب اکبر" میں انسانیت کو موضوع بنائے رکھا۔ "دب اکبر" صحیح معنوں میں ان کی شخصیت کا عکاس ہے۔ پنجاب کے مقدمے میں پنجاب کے لوگوں کو استحکام اور یکجہتی کے پیغام کی کڑی قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے فن خطاطی میں نئے تجربات کر کے لوگوں کو نئی راہیں دکھائیں جس کے وجہ وہ موجد کہلائے۔

اب ان کے فن پارے، اداریے، ادبی کتابیں ہماری تاریخ کا نادر حصہ ہیں۔ جن سے آج بھی استفادہ کیا جارہا ہے۔ محمد حنیف رامے کے یہ قیمتی اثاثے ہمارے لیے آرکائیوز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے کئی پہلوؤں پر تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ کتابیں ترتیب دی جا چکی ہیں۔ مضامین لکھے گئے ہیں۔ جن میں ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے۔ سو آج بھی ادبی حوالے سے صحافتی حوالے سے، پارلیمینٹری حوالے سے ان کی خدمات سے استفادے کی ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔انٹرویو، محمد ابراہیم رامے، از عصمت زہرا، لاہور، ٹاپ ٹریٹمنٹ، 30 اگست، 2007
2۔ ایضاً،
3۔ بشیر موجد، بولتے رنگ سوچتی لکیریں، فنون پبلشر، لاہور، 2002، ص:99
4۔ ریاض احمد، مضمون، مصوری میں نعت مشمولہ راوی، جی سی یونیورسٹی، لاہور، 2006، ص:129
5۔ خورشید عالم گوہر، مخزن خطاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2005، ص:291
6۔ انٹرویو، محمد ابراہیم رامے، از عصمت زہرا، لاہور، ٹاپ ٹریٹمنٹ، 30 اگست، 2007
7۔ ایضاً،
8۔ ایضاً،
9۔ محمد حنیف رامے، بات چیت، مشمولہ مجلہ سویرا، نیا ادارہ، لاہور، 1954، شمارہ ص:6
10۔ محمد حنیف رامے، مضمون، ہم اور فن اور فطرت، مشمولہ مجلہ سویرا، نیا ادارہ، لاہور، 1958، شمارہ 23، ص:31
11۔ انٹرویو، محمد ابراہیم رامے، از عصمت زہرا، لاہور، ٹاپ ٹرٹیمنٹ، 30 اگست، 2007
12۔ محمد حنیف رامے، اداریہ، مجلہ راوی، جی سی یونیورسٹی، 1956، جلد 49، شمارہ 30، ص:6
13۔ رابعہ الربا، مضمون، حنیف رامے کے تصورات، مشمولہ مجلہ راوی، جی سی یونیورسٹی، 2006، ص 143
14۔ محمد حیف رامے، رائے کی پرورش اور احترام، مشمولہ ہفت روزہ نصرت، لاہور، 1960، شمارہ 52، ص:1
15۔ ایضاً، ص:2
16۔ محمد حیف رامے، اداریہ، مشرقی پاکستان کا مسئلہ، مشمولہ ماہنامہ نصرت، لاہور، 1962، شمارہ 4، ص:1
17۔ ایضاً، ص:2
18۔ انور سدید، نوائے وقت، لاہور، 20 جنوری، 2006
19۔ محمد حیف رامے، باز آؤ اور زندہ رہو، مکتبہ جدید پریس، لاہور، 1965، ص:1
20۔ ایضاً، دیباچہ
21۔ محمد حیف رامے، دُب اکبر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008، ص:7
22۔ ایضاً، ص:7
23۔ ایضاً، ص:8
24۔ محمد حیف رامے، پنجاب کا مقدمہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور 2010، ص:3
25۔ ایضاً، ص:72

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

26۔ محمد حنیف رامے، اسلام کی روحانی قدریں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور2005، ص:3

27۔ محمد حنیف رامے، دن کا پھول، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور2007، ص:11-12

28۔ ایضاً، ص:63

29۔ مباحثات، صوبائی اسمبلی پنجاب، لاہور، 1974، جلد نمبر9، شمارہ 1، ص:26

30۔ ایضاً، ص:63

31.The Punjab Parliamentarians 1897-2013,Punjab Assembly, Lahore,2015,P:209

32۔ مباحثات، صوبائی اسمبلی پنجاب، لاہور، 1993، جلد نمبر1، شمارہ 1، ص:30

33۔ ایضاً، ص:31

34۔ ایضاً، ص:31

35۔ ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، اُردو کی ترویج میں پنجاب اسمبلی کا کردار، پنجاب یونیورسٹی، اورینٹل کالج، لاہور، 2001، ص:544

36۔ جنگ (روزنامہ)، لاہور، 2 جنوری 2006

37۔ جنگ (روزنامہ)، لاہور، 2 جنوری 2006

38۔ جنگ (روزنامہ)، لاہور، 2 جنوری 2006

39۔ نوائے وقت (روزنامہ)، لاہور، 2 جنوری 2006

40۔ جنگ (روزنامہ)، لاہور، 2 جنوری 2006

41۔ انٹرویو، محمد ابراہیم رامے، از عصمت زہرا، لاہور، ٹاپ ٹریٹمنٹ، 30 اگست، 2007